اسلام کے نظام تعلیم و تربیت میں
مسجد کا کردار

حافظ محمد سجاد تترالوی

آغاز خداوند علیم و حکیم کے نام سے جس نے انسان کو عقل و شعور جیسی عظیم نعمت سے نوازا اور جس کی بدولت انسان کو باقی تمام مخلوقات پر فضیلت و برتری عطا کی۔ اور انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام و مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔وہ ذاتِ باری تعالیٰ کہ جس نے انسانِ اوّل کو علم کے نور سے منور کیا۔ پھر لاکھوں، کروڑوں سلام اُس محسنِ انسانیت پر جس کو سِرَاجًا مُنِیرًا بنا کر بھیجا گیا، اور جس کو معلمِ کتاب و حکمت جیسے عظیم منصب سے نوازا گیا۔ وہ معلم و مربّی کہ جس کی تعلیم و تربیت پر تاریخ شاہد ہے کہ "وادیٔ غیرذی زرع" کو جس نے گلشن بنا دیا اور سرزمینِ حجاز کے صحرائی کلاس روم میں معلّمِ صدق و صفا سے درس لینے والی تہذیب نا آشنا قوم دیکھتے ہی دیکھتے اقوامِ عالم کے لئے عدل و احسان، اخوت و مساوات اور امن و آشتی کی علمبردار بن گئی۔ جس کے تدبر نے علوم و فنون کے قیمتی خزانوں کے سارے دروازے نوع انسانی کے لئے کھول دیئے۔ انسانیت جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، دنیائے عیسائیت و یہودیت نے تعلیماتِ ربّانی کو فراموش کر کے احکامِ خداوندی میں تحریف کر ڈالی تھی، عیسائیت نے رَہبانیت کو دین میں شامل کر لیا تھا، جبکہ دوسری طرف اہل عرب، جو خود کو عربی (یعنی فصیح اللّسان) اور باقی تمام لوگوں کو عجمی (گونگے) کہتے تھے، جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ اس ضلالت و گمراہی کے دور میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلمِ کتاب و حکمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے گری ہوئی قوم کو زیور علم سے آراستہ کیا، اس کو جہالت اور گمراہی سے نکال کر شرفِ انسانیت کے عظیم مقام پر سرفراز فرمایا۔

قرآن مجید وہ نسخۂ کیمیا ہے جس نے غور و فکر، تدبّر و تعقل، تحقیق و جستجو کی تعلیم دی اور اہلِ علم، اولی الالباب اور اہلِ بصیرت وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کر کے انسان کو مخاطب

کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عظیم پیغام کی بدولت عرب کی تہذیب نا آشنا قوم اقوامِ عالم کی امام اور راہنما بن گئی۔

اسلام میں علم کی اہمیت مسلّم ہے۔ تاریخ انسانیت میں یہ منفرد مقام صرف دینِ اسلام کو حاصل ہے کہ وہ علم کا پیامبر ہے اور تعلیمی و تحقیقی دنیا میں ایک ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت و گمراہی سے نہیں کیا بلکہ علم کے نور سے کیا۔ انسانِ اول کی تخلیق کے بعد خالقِ ارض و سماء نے انسان کو سب سے پہلے جس چیز سے سرفراز فرمایا وہ اشیاء کا علم تھا، اور اسی علم کی بدولت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت عطا کی۔ اللہ رب العزت نے تمام انبیاء و رسل کو معلمین بنا کر بھیجا اور ان کو علم و حکمت کے زیور سے آراستہ کیا کہ جن کا کام انسانیت کی تعمیر و تہذیب کرنا اور علم و حکمت کی تعلیم دینا تھا۔ انسانی فضیلت و عظمت کا معیار علم ہی ہے۔ اسلام نے تعلیم کو انسان کی اولین اور بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب دھرم یا ازم ایسا نہیں جس نے علم تمام انسانوں کی ایک ضرورت قرار دیا ہو۔ مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں اگر تعلیم کا کچھ تصور تھا تو وہ صرف مذہبی طبقہ تک محدود تھا۔ مثلاً ہندو دھرم میں تعلیم و تعلم صرف برہمن کا کام ہے۔ ہندو دھرم کی تعلیمات کی رُو سے شودروں کے لئے "ویدوں" کا اشلوک سننا بھی جرم ہے، جبکہ عیسائی مذہب میں فکری آزادی پر پابندی تھی مگر اسلام علم کی اہمیت پر بہت زور دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بغیر علم کے نہ تو دین کی سمجھ آسکتی ہے اور نہ ہی دنیاوی امور و معاملات کو بخوبی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اسلام وہ دین ہے کہ جس کا آغاز ہی قراءت سے کیا گیا، گویا قرآن مجید کا پہلا حکم یہی تھا کہ "پڑھو اور سیکھو" یعنی علم حاصل کرو، کیونکہ دین کا سیکھنا اور سکھانا علم پر موقوف ہے۔

قرآن مجید میں اہل علم کو رفعِ درجات کی بشارت دی گئی ہے اور ان کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ: ۱۱)

"اللہ درجات بلند کرے گا ان کے جو تم میں سے ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے۔"

تقویٰ اور پرہیزگاری کی اولین شرائط میں ایک خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی ہے اور یہی اہل علم کی شان ہے کہ وہ اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

"بے شک اللہ رب العزت سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

تعلیم و تعلم کا کام اتنا عظیم ہے کہ اللہ رب العزت نے ایک مستقل جماعت کے قیام کا حکم دیا جو خود بھی علم حاصل کرے' اور علم حاصل کرنے کے بعد پھر اس علم کو دوسروں تک پہنچائے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ (التوبہ: ۱۲۲)

"پس ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے لوگ نکل آتے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں تعلیم و تعلّم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں تعلیم و تعلم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے خود اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا سکھائی کہ وہ علم میں اضافہ کی دعا مانگتے رہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴)

"آپ کہئے کہ اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے بھی تعلیم و تعلم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے حصول علم کو فرض قرار دیتے ہوئے فرمایا:

طَلَبُ العِلمِ فریضۃٌ علٰی کلِّ مسلِمٍ (سنن ابن ماجہ' کتاب العلم)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

جہاں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور دیگر فرائض کا ذکر کیا گیا ہے وہاں علم کو بھی فرض قرار دیا گیا ہے' کیونکہ مذکورہ تمام فرائض کو بخوبی سرانجام دینا صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان علم کے نور سے منور ہو' بلکہ جاہل کی عبادت اس قدر اجر و ثواب کی مستحق نہیں جس قدر اہل علم کی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

فضلُ العالِمِ علَی العابِدِ کفضلِ القمرِ لیلۃَ البدرِ علیٰ سائرِ الکواکب

(مشکوٰۃ، کتاب العلم)

"عالم کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے جس قدر چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر۔"

تعلیم و تعلم اس قدر عظیم اور ارفع و اعلیٰ کام ہے کہ اس کے حاملین کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا۔ ارشادِ نبوی ہے:

وانّ العلماءَ ورثۃُ الانبیاءِ (بخاری، کتاب العلم)

"اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔"

علم مومن کا نور اور دل کا سرور ہے۔ اہل علم ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنے علم میں اضافہ کریں، وہ دن رات تلاش علم میں بسر کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَن یشبعَ المؤمنُ من خیرٍ یسمعُہٗ حتّٰی یکونَ منتہاہ الجنّۃ

(ترمذی، کتاب العلم)

"ایمان دار بھلائی کی بات سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی انتہا جنت ہوتی ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کی تربیت فرماتے۔ تربیت کے اوقات کچھ تو مخصوص تھے مثلاً، نماز پنجگانہ، ہفتہ وار خطبہ جمعہ اور عیدین کے مواقع پر، اور بعض اوقات خصوصی مجالس میں تعلیم و تربیت کی جاتی۔ تربیت و تعلیم کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہ کی گئی، بلکہ اکثر و بیشتر مسجد میں ہی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا جاتا۔ ہجرت کے بعد آپؐ نے مسجد نبوی تعمیر کروائی، اس میں ایک چبوترہ قائم کیا گیا جس کا نام "صُفّہ" تھا۔ اس جگہ تعلیم و تعلم کا مستقل شعبہ تھا۔ الغرض مسجد ہی کو اسلام میں پہلی یونیورسٹی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک حدیث نبوی سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی تعلیمی مجالس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

خَرَج رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ذات یوم مِن بعضِ حُجرہٖ فدَخل المسجدَ' فاذا ھو بحلقتین' اِحدَ اھما یقرءُ ون القراٰنَ ویدعُون اللّٰہ' والأُخریٰ یتعلّمون وَیُعَلِّمُوْن. فقالَ النّبیُّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: "کُلٌّ علیٰ خیرٍ' ھٰؤُلاءِ یقرءُ ونَ القراٰنَ وَیدعُونَ اللّٰہ' فَاِن شاءَ اعطاھم وَاِنْ شاءَ مَنعھُم' وھٰؤُلاءِ یتعلّمون ویُعلِّمون' وَاِنّما بُعِثتُ مُعلّماً" فجلس معھم

(ابن ماجہ' مقدمہ' حدیث ۲۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے کسی حجرے سے باہر تشریف لائے تو آپؐ مسجد میں داخل ہوگئے۔ اُس وقت وہاں دو جماعتیں موجود تھیں۔ ایک جماعت قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں مشغول تھی جبکہ دوسری جماعت کے لوگ باہم (علم دین) سیکھنے اور سکھانے میں لگے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "دونوں نیک کام میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ جماعت تلاوتِ قرآن اور دعا میں مشغول ہے' پس اگر اللہ چاہے تو انہیں دے دے اور چاہے تو نہ دے۔ اور یہ دوسری جماعت (علمِ دین کے) سیکھنے سکھانے میں مصروف ہے۔ اور مجھے تو معلِّم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے"۔ یہ فرما کر آپؐ ان کے ساتھ تشریف فرما ہوگئے۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسجد مرکز عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزِ تعلیم و تربیت بھی تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی مسجد تعلیم و تعلّم کا مرکز تھی۔ مسجد کو اسلام میں انتہائی بلند مقام حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مقام مسجدیں ہیں اور مبغوض مقام بازار ہیں۔" (مشکوٰۃ)

ایک اور مقام پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مسجدیں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں۔" الغرض بے شمار احادیث و آیات مبارکہ سے مسجد کی اہمیت اور مقام کا تعین ہوتا ہے۔ معاشرہ کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار اس کے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم پر منحصر ہے۔ جس قسم کا ماحول اس معاشرہ کے مکاتب و مدارس کا ہوگا

ایسا ہی ماحول تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا ہو گا اور یہی معاشرہ میں رواج پذیر ہو گا۔ اسی وجہ سے اسلام نے اپنے تعلیمی نظام میں مدارس اور درس گاہوں کی عظمت اور فضیلت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم کام یعنی تعلیم و تربیت کا آغاز عظیم مقام سے فرمایا۔ مسجد عوامی تعلیم کا مرکز بھی تھی اور اس میں ان اقامتی طلبہ کی رہائش بھی تھی جن کو "اصحاب صُفہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

مسجد میں متفرق آداب بالخصوص معاشرتی آداب کی نہایت مستحکم تعلیم ملتی ہے۔ ہر شخص مؤدب ہو کر مسجد میں داخل ہوتا ہے' بھاگ کر آنے کی اجازت نہیں۔ مسجد میں بلند آواز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہے۔ مسجد میں بدبودار چیز کھا کر داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ مسجد کے آداب سے تقدس وابستہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں جو آداب سیکھے جاتے ہیں ان کی عمر بھر حفاظت کی جاتی ہے۔ مسجد کے پاکیزہ اور صحت مندانہ ماحول میں پرورش پانے والے افراد اعلیٰ اخلاق و صفات کے حامل ہوتے ہیں' ان کی سیرت و کردار میں اسلامی اخلاق کی جھلک نظر آتی ہے۔ مسجد جو کہ اللہ رب العزت کے سامنے سربسجود ہونے کی جگہ ہے' یہیں سے معرفت خداوندی نصیب ہوتی ہے' جو کہ اسلامی نظام کے مقاصد میں اولین مقصد ہے۔ آج جبکہ انسان نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں عظیم ترقی کر لی ہے' مگر اس قدر مادی ترقی کے باوجود اس کے نظام تعلیم میں روحانی اور اخلاقی ترقی کا فقدان ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں تعلیم یافتہ طبقہ بد اخلاقی' انتشار پسندی اور بے راہ روی کا شکار کیوں ہے؟ اس کے دو اسباب نظر آتے ہیں۔

ایک تو لادین اور سیکولر نظام و نصابِ تعلیم ہے جس نے طالب علم میں بے مقصدیت پیدا کر دی۔ مادہ پرستانہ ذہن کی تربیت سے آراستہ ذہن مادی سوچ تک محدود ہو کر رہ گیا' جس کا مقصد صرف اور صرف مادی ضروریات کی تکمیل ہے۔ آج کے دور میں ایک طالب علم کا مقصد' معرفتِ نفس اور معرفتِ خداوندی نہیں۔ علامہ اقبالؒ اس مرض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا' جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

اور دوسرا سبب غیر صحت مندانہ ماحول ہے۔ قوموں کی زندگی میں نظام تعلیم کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے نتیجے میں جو نقوش مرتب ہوتے ہیں وہ زندگی بھر اصلاح و کردار کو متاثر کرتے ہیں۔

جب مغربی اقوام نے مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم کیا تو لادین نظام تعلیم کو رائج کر کے مسجدی تعلیم کے طریقہ کار کو مفلوج کر دیا' حالانکہ ان کے ہاں بھی چرچ کو تعلیم میں اہم مقام حاصل تھا۔ لندن کی پارلیمنٹ میں لارڈ میکالے کی صدارت میں فیصلہ ہوا کہ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو ہمارے اور کروڑوں ہندوستانیوں کے درمیان مترجم بن سکے۔ اس لئے انہیں تعلیم ایسی دی جائے کہ ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً لامذہب بنانے میں مدد دے۔ یہ تعلیم مسلمانوں کو مساجد و مدارس دینیہ سے نکال کر انکا رخ سرکاری مدارس' کالج و سینما وغیرہ کی طرف پھیر دے۔

اسی طرح ایک انگریز متعصب ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی کتاب "OUR INDIAN MUSLIMS" (ہمارے ہندوستانی مسلمان) میں لکھتا ہے:

> "مسلمانوں پر ہر قسم کی باعزت زندگی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ہم نے ایک ایسا طریقہ تعلیم رائج کیا جس سے ان کی قوم منہ زور نہیں ہو سکتی اور جو ان کی ذلت و خواری کا باعث بن گیا۔"

اس طرح مسلمان اپنی تعلیم و تربیت میں مسجد سے دور ہوا اور اس پہ لادینی رجحانات غالب آئے۔ آج ذریعۂ تعلیم اور مدرسہ کا ماحول لادین ہے جس کی بدولت ایک طالب علم کا مقصد صرف اور صرف ڈگری کا حصول ہے جس کی خاطر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کبھی تو امتحانات میں ناجائز ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ اب تو انتہا ہو گئی کہ نام نہاد قبضہ گروپ وجود میں آگئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ علم جو منبعِ نُور ہے' جو حق و باطل میں تمیز سکھاتا ہے' جو برائی اور اچھائی میں حد فاصل پیدا کرتا ہے' جو جائز اور ناجائز کی حدود متعین کرتا ہے' اس علم کی طلب کرنے والا کیوں بد اخلاقی' غنڈہ گردی اور قتل و غارت پہ اتر آیا؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب تلاش کرنا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ جہاں نصب العین ڈگری کا حصول ہو' معرفت خداوندی نہ ہو اور روحانی تعلیم سے عاری نوجوان ملیں گے جن کی تعلیم و تربیت ایسے ماحول میں ہوئی کہ جس کی نشاندہی اکبر الہ آبادی ان الفاظ میں

کرتے ہیں۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اور اقبال نے اس کی نشاندہی یوں کی ہے۔

جواناں را بد آموز است ایں عصر
شبِ ابلیس را روز است ایں عصر
مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ از وے روحِ قومے می تواں کشت

مغربی تدریسی ماحول اور مخلوط تعلیم نے بھی آج کے تعلیم یافتہ افراد پر ایسے اثرات مرتب کئے ہیں کہ اس کا ذہن تعمیر کی بجائے تخریب کی سوچ میں لگا رہتا ہے۔ اس کے برعکس مسجد کا ماحول پاکیزہ ہے، جس میں نشست و برخاست کے آداب ہیں، انسان میں مثبت کردار کی تعمیر کرتا ہے۔ اقبال عصرِ زمانہ کے نظام مدرسہ پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

یہ مدرسہ، یہ جواں، یہ سرور و رعنائی
انہیں کے دم سے ہے میخانۂ فرنگ آباد!

الغرض اگر ہم اپنے طالب علموں میں اسلامی اقدار، اعلیٰ اخلاقی معیار اور معرفتِ خداوندی جیسی صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں مسجد و مکتب کے ماحول کو رواج دینا ہو گا یا کم ازکم مسجد جیسی خصوصیات کو اپنے مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج کرنا ہو گا تاکہ آج بھی عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ اور عبداللہ بن عباسؓ جیسی عظیم ہستیوں کا پرتو نظر آئے۔ اور غزالی، ابن خلدون، ابن رشد، شیخ سعدی اور شاہ ولی اللہؒ جیسے عظیم افراد پیدا ہو سکیں۔